پروفیسر نسیم احمد

معاصر تحقیق اور تدوین کے مسائل

(کلام سودا کے حوالے سے)

یہ مقالہ دو حصوں (الف) اور (ب) میں منقسم ہے۔ حصہ اوّل میں اٹھارھویں صدی کے سر برآوردہ شاعر مرزا محمد رفیع سودا (۱۱۹۵ھ/مطابق ۱۷۸۱ء) کے کلیات، دیوان اور انتخاب کی مختلف اشاعتوں کا اجمالی تذکرہ اس طور پر کیا گیا ہے کہ ان کے کلام کی تحقیق و تدوین کی صورتِ حال کا ایک حد تک اندازہ لگایا جا سکے۔ حصہ (ب) کلام سودا کے ایک جدید ترین ''انتخاب'' کے تحقیقی جائزے پر مشتمل ہے اس میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ تدوینِ متن کے تمام تر مسائل کا احاطہ نہ سہی، بعض اہم مسئلوں سے آگاہی ضرور بہم پہنچائی جا سکے۔

(الف)

سودا (متوفی ۴/رجب ۱۱۹۵ھ/مطابق ۲۷/جون ۱۷۸۱ء) کا کلیات، دستیاب معلومات کے مطابق ۱۸۵۶ء میں پہلی بار مطبع مصطفائی، دہلی میں چھپ کر منظرِ عام پر آیا۔ اسی نسخۂ مصطفائی کی بنیاد پر تھوڑے بہت فرق کے ساتھ کلیات سودا کے پانچ ایڈیشن مطبع نول کشور سے بالترتیب ۱۸۷۲ء، ۱۸۷۳ء، ۱۸۸۷ء، ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۶ء میں شایع ہوے۔ کلیات سودا، آخری بار نول کشور پریس لکھنؤ سے ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ اس کے مرتب مولوی عبدالباری آسی ہیں۔ یہ ایڈیشن دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اوّل میں مقدّمے کے علاوہ غزلیات، مدحیات، ہجویات، قصائد، تضمین و گرہ بند رباعیات و مستزاد ہیں اور جلد دوم، تہنیت، تاریخ، نغزیات (پہیلیاں) واسوخت، مناظر فطرت (نیچرل)، اخلاقیات، مثنویات، دیوان فارسی و مراثی، اعتراضات سبیلِ ہدایت کے لیے وقف ہے۔ نظموں کے بیش تر عنوانات خود مرتب کے قائم کردہ ہیں۔ ان سے صاحبِ تصنیف کا کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ عمل

منشائے مصنف کے صریحاً خلاف ہے۔ یہ ایڈیشن اس لحاظ سے قابلِ ذکر ضرور ہے کہ پہلی مرتبہ صاف ستھرے نستعلیق خط میں شایع ہوا ہے، لیکن تصحیح متن کے بارے میں مرتب کے دعوے کے باوجود یہ نسخہ املا و کتابت کی غلطیوں سے پاک نہیں ہے۔ علاوہ بریں ''نسخۂ مصطفائی'' میں شامل الحاقی کلام اور تمام متنی اسقام اس میں جوں کا توں موجود ہیں۔

''نسخۂ آسی'' کی اشاعت کے تقریباً چھتیس برس کے بعد ۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر محمد حسن نے کلیاتِ سودا کو دو جلدوں میں ''ادارۂ تصنیف''، ماڈل ٹاؤن، نئی دہلی سے شایع کیا۔ پہلی جلد دراصل نسخہ جان سن کی نقل ہے اور اسی املا اور رسم الخط میں تیار کرا کر شایع کی گئی ہے۔ اس میں قصائد، غزلیات، مخمسات، رباعیات، مثنویات، قطعات اور فارسی غزلیں شامل ہیں۔ دوسری جلد صرف مرثیوں اور سلاموں پر مشتمل ہے۔ اس کا کل کلام، ''نسخۂ آسی'' کے مطابق ہے اور جلد اوّل کا متن کلی طور پر ''نسخۂ جان سن'' پر مبنی ہے۔ نئی تحقیق کی رو سے نسخۂ مذکور میں الحاقات و تصرفات نیز نظموں کے غلط انتسابات اور املا و کتابت کی فاش غلطیاں اس کثرت سے ہیں کہ اسے کلامِ سودا کا معتبر نسخہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور اس کی بنیاد پر سودا کے کل کلام یا اس کے بعض حصوں کو مرتب کرنا حد درجہ گمراہ کن اور سعیِ لاحاصل کے مترادف متصوّر ہوگا۔

کلیاتِ سودا کے چھٹے نول کشوری ایڈیشن، طبع ۱۹۳۲ء کی بنیاد پر نئی کتابت کے ساتھ ۱۹۷۱ء میں رام نرائن لال، بنی مادھو پبلشر، الٰہ آباد نے ایک تازہ ایڈیشن شایع کیا۔ یہ ایڈیشن نسخۂ آسی ہی کی طرح دو جلدوں میں ہے اور پہلی جلد کے آغاز میں ڈاکٹر امرت لال عشرت، استاد شعبۂ فارسی، بنارس ہندو یونیورسٹی، بنارس کا ایک مقدّمہ شامل ہے۔ یہ ایڈیشن کسی خصوصیت کا حامل نہیں ہے البتہ نئی کتابت میں عدم احتیاط کے باعث اس میں بعض مزید غلطیوں کا اضافہ ضرور ہو گیا ہے۔

زمانۂ اشاعت کے اعتبار سے کلیات سودا کا آخری یا جدید ترین ایڈیشن ڈاکٹر شمس الدین صدیقی کا مرتب کیا ہوا وہ نسخہ ہے جس پر فاضل مرتب کو لندن یونیورسٹی نے اپریل ۱۹۶۷ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی تھی، یہ کلیات ''نسخہ جان سن'' اور لندن کے برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لائبریری کے نسخوں کو سامنے رکھ کر تیار ہوا ہے۔ مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور نے اسے ''زریں آرٹ پریس'' سے چھپوا کر چار جلدوں میں بالترتیب جنوری ۱۹۷۳ء، ستمبر ۱۹۷۶ء، جون ۱۹۸۴ء اور مارچ ۱۹۸۷ء میں شایع کیا۔ چوں کہ یہ ایڈیشن نسخہ ہائے لندن اور بہ طور خاص ''نسخہ جان سن'' کی

بنیاد پر مرتب ہوا ہے اور اس پر کلی اعتماد کر کے اس کے متن کو مرجح قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے اس کے سارے نقائص بعینہٖ اس جدید ترین کلیات میں در آئے ہیں۔ بنابریں اسے بھی کلیات سودا کا معتبر ایڈیشن نہیں کہا جا سکتا۔

کلیات، تمام اقسام اور اصناف کا جامع ہوتا ہے۔ سطور بالا میں کلیاتِ سودا کے جن مطبوعہ ایڈیشنوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ مختلف اصنافِ سخن میں سودا کے تمام یا بیش تر دستیاب نتائجِ فکر اور ان سے منسوب کلام پر مشتمل ہیں۔

مکمل کلام کی متذکرہ اشاعتوں کے پہلو بہ پہلو ملک کے مختلف مطبعوں اور اداروں سے کلامِ سودا کے انتخابات بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس طرح کا پہلا انتخاب گارساں دی تاسی کے بیان کے مطابق افسوس، جوان اور محمد اسلم کا تصحیح کردہ ۱۸۱۰ء میں فورٹ ولیم کالج سے شایع ہوا تھا اور یہ انتخاب تقریباً نایاب ہے اور اسی کا دوسرا ایڈیشن مولوی غلام حیدر سررشتہ دار، ہندی کالج کی نظرِ ثانی اور بعض اضافوں کے ساتھ ۱۸۴۷ء میں کلکتے سے شایع ہوا، جواب کم یاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ امیر الدولہ پبلک لائبریری، لکھنؤ اور ایک سیّد عقیل احمد رضوی، الہٰ آباد کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔

انتخابِ کلامِ سودا کی ان دونوں ابتدائی اشاعتوں کے بعد سے ۱۹۶۰ء تک کے دوران انتخابِ سودا کے بیس سے زائد مجموعے چھپ کر شائع ہوے۔

۱۹۶۱ء میں ڈاکٹر شارب ردولوی نے کلیاتِ سودا کا ایک انتخاب بہ عنوان ''افکارِ سودا'' فرہنگ اور مقدّمے کے ساتھ الہٰ آباد سے حمید شاہین پبلشر کے زیرِ اہتمام شائع کیا۔

کلیاتِ سودا کا ایک قابلِ ذکر انتخاب مارچ ۱۹۶۵ء میں کلامِ سودا کے نام سے پروفیسر خورشید الاسلام نے مرتب کر کے شایع کیا۔ اس میں دو سو سے زائد غزلیں اور دوسری اصنافِ سخن کے چیدہ نمونے شامل ہیں۔ اس مجموعے کے بارے میں مرتب کا یہ دعویٰ کہ ''سودا کا بہترین کلام پہلی بار صحت کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے'' اس اعتبار سے قابلِ قبول نہیں کہ اس میں الحاقی کلام کے علاوہ املا اور کتابت کی بھی متعدد غلطیاں ملتی ہیں۔

۱۹۷۲ء میں ڈاکٹر شارب ردولوی نے کافی ردوبدل اور بعض ضروری اضافوں کے ساتھ ''افکارِ سودا'' (۱۹۶۱ء) کا تازہ ایڈیشن شایع کیا۔ اسی سال کلامِ سودا کا ایک اور قابلِ ذکر انتخاب منظرِ عام پر آیا۔ اسے اردو کے بلند پایہ محقق جناب رشید حسن خاں مرحوم نے مرتب کیا تھا۔ اس انتخاب کے آغاز میں مرتب کا لکھا ہوا جو پیش لفظ شامل ہے اس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ''سودا کے کلام کا اس قدر

مفصل انتخاب جو ایک نہایت معتبر خطی نسخے پر مبنی ہے، پہلی بار پیش کیا جا رہا ہے''۔ اس سلسلے میں راقم کو صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ:

۱۔ اس انتخاب کو صرف ایک حد تک مفصل کہا جا سکتا ہے۔ غزلیات کا حصّہ بہت مختصر ہے۔

۲۔ اس انتخاب کے اساسی نسخے کا ''نہایت معتبر'' ہونا محلِ نظر ہے۔ کیوں کہ

پروفیسر عتیق احمد صدیقی مرحوم نے قصائد و ہجویات کا ایک تنقیدی ایڈیشن بہ عنوان ''قصائدِ سودا'' تیار کیا تھا اور اسی پر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ نے انھیں ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری تفویض کی تھی، یہ مجموعۂ قصائد ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ اشاعت کے بعد پروفیسر انصار اللہ نظر نے اس پر ایک مفصل تنقیدی تبصرہ سپرِ دِقلم کیا (مشمولہ ''معیار و تحقیق'' پٹنہ) ص ۶۵ اور دلائل سے ثابت کیا کہ قصائدِ سودا کا یہ ایڈیشن غیر معتبر اور گمراہ کن ہے۔

''دیوانِ غزلیاتِ سودا'' کا ایک تحقیقی ایڈیشن ۱۹۸۶ء میں ڈاکٹر نسیم احمد (راقم الحروف) نے مرتب کیا۔ یہ مقالہ برائے پی۔ایچ ڈی، ڈگری بنارس یونی ورسٹی میں داخل کیا گیا جس پر یونیورسٹی مذکور نے مجھے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری تفویض کی۔ بعد میں یہ دیوان یونی ورسٹی ہی کے پریس سے ۲۰۰۱ء میں چھپ کر شائع ہوا۔ بقول پروفیسر سیّد محمد ہاشم ''انھوں (ڈاکٹر نسیم احمد) نے غزلیاتِ سودا کی تدوین بہت محنت اور سلیقے سے کی ہے..... دیوانِ غزلیات سودا عہد حاضر کا بہت جامع اور معتبر تدوینی کارنامہ ہے اور اپنے سے پہلے کے سبھی کاموں سے مختلف اور معیاری کام ہے''۔ (تحقیق و تدوین: سمت و رفتار) رشید حسن خاں نے مقالے کے قلمی مسودے کی بنیاد پر اسے عمدہ تدوینی کاموں میں شامل کیا ہے۔

اردو اکادمی دہلی کی پیش کش پر شارب ردولوی نے ''افکارِ سودا'' کے انداز پر سودا کی منتخب غزلیں ''انتخابِ غزلیاتِ سودا'' کے نام سے مرتب کیں۔ اکادمی نے اس کے دو ایڈیشن بالترتیب ۱۹۹۲ء اور ۲۰۰۰ء میں شایع کیے۔ طبع ثانی راقم کے سامنے ہے۔ اسی پر حصہ (ب) میں تبصرہ مقصود ہے۔

(ب)

یہ انتخاب کل ایک سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں اکادمی کے سکریٹری جناب منصور احمد عثمانی کی ایک مختصر تحریر ''حرفِ آغاز'' کے عنوان سے درج ہے۔ ''حرفِ آغاز'' کے بعد ''پیش لفظ'' کے علاوہ مرتب کا لکھا ہوا ایک مقدّمہ بھی بہ عنوان ''سودا'' کتاب میں شامل ہے۔

مقدّ مے میں مرتب نے سودا کی شاعری، حیات نیز عہدِ سودا کے سیاسی اور سماجی حالات پر تبصرہ تو کیا ہے لیکن متن کے تعلق سے کم ہی گفتگو کی ہے۔ یہ مقدّ مہ صفحہ ۲۹ پر ختم ہو جاتا ہے۔

غزلوں کا انتخاب ردیف وار ترتیب سے صفحہ ۳۰ سے صفحہ ۱۶۰ تک پھیلا ہوا ہے، یعنی غزلیں ایک سوتیس صفحات کو محیط ہیں۔ اور کل اشعار کی تعداد آٹھ سوتین ہے۔ ان میں چھپن شعر ایسے ہیں جن کا سودا سے انتساب درست نہیں۔ انھیں منہا کر دینے پر صرف ۷۴۷ شعر باقی رہتے ہیں۔

کتاب میں فی صفحہ ۴، ۵، ۶، ۷ اور ۸ شعر اوسطاً درج ہوئے ہیں۔ اور صفحوں کا نصف بلکہ اکثر اس سے زیادہ سادہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس اندازِ تسوید و ترتیب سے کتاب کی افادیت یا ظاہری خوبصورتی میں اضافہ تو نہیں ہوا ہے البتہ کمپوزر کی بدسلیقگی کا اظہار ضرور ہوتا ہے۔

ڈیمائی سائز کی اس کتاب میں ایک سوتیس صفحات پر اگر اوسطاً فی صفحہ پندرہ سطریں لکھی جاتیں تو منتخب اشعار کی تعداد ۱۹۵۰ ہوتی، حالانکہ گنجائش اس سے بھی زیادہ کی ہے اور تعداد اشعار دو ہزار تک بہ آسانی بڑھائی جاسکتی تھی لیکن کتاب کی تیاری میں کفایت اور بخل سے زیادہ تن آسانی اور سہل انگاری کی کارفرائی نظر آتی ہے، سودا جیسے بڑے اور قادرالکلام شاعر کے ضخیم سرمایۂ غزلیات کا اس قدر مختصر انتخاب پیش کرنے کا کوئی معقول جواز سمجھ میں نہیں آتا۔

غزلیاتِ سودا کے زیر بحث انتخاب میں مختلف الاقسام اغلاط کے علاوہ غیر معتبر اور الحاقی اشعار بھی شامل ہیں۔ لہٰذا یہ مجموعۂ اشعار نہ تو طلبہ کے لیے کارآمد ہے نہ ہی عام قاری کے لیے مفید مطلب۔ دعوے کے ثبوت میں مثالیں درج کی جارہی ہیں:

اغلاطِ متن:

کلامِ سودا کے اس جدید ترین ایڈیشن میں سو سے زائد ایسی فروگذاشتیں ہیں جن کی تصحیح ذرا سی توجہ سے بہ آسانی کی جاسکتی تھی لیکن ایسا نہیں کیا گیا ہے۔ یہاں ان میں سے بیش تر کی نشان دہی مع تصحیح کی جاتی ہے۔

غلط متن	صحیح متن
۱۔ دکھلایئے لیجا کے تجھے مصر کے بازار (ص ۳۰)	مصر کا بازار، ہونا چاہیے۔
۲۔ اُٹھ گیا جید ھر قدم رتبہ ہے بیت اللہ کا (ص ۳۲)	رستہ ہے ہونا چاہیے۔
۳۔ دل مرا پند گو نہ سمجھے گا (ص ۳۵)	پند کو ہونا چاہیے۔
۴۔ مہ سے ٹکڑے نہ ہونے کو یہ کتاں (ص ۳۵)	بہ کتاں ہونا چاہیے۔

۵۔ خون جگر شراب، ترشح یہ چشم تر (ص۳۶)	یہ چشمِ تر ہونا چاہیے۔
۶۔ سوائے غم کے ہے مایہ مرے توکل کا (ص۴۰)	سوائے غم کہ ہے ہونا چاہیے۔
۷۔ اے دیدۂ خانماں تو ہمارا ڈبو سکا (ص۴۲)	اے دیدہ! خانماں، ہونا چاہیے۔
۸۔ پر جس قدر میں چاہوں تھا اتنا نہ رو سکا (ص۴۲)	چاہے تھا، ہونا چاہیے۔
۹۔ سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن (ص۴۲)	کوہ کن، ہونا چاہیے۔
۱۰۔ عالم کے دل سے داغ مٹایا نہ جائے گا (ص۴۳)	دُھلایا نہ جائے گا، ہونا چاہیے۔
۱۱۔ مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریباں گیر (ص۴۵)	مبادہو، ہونا چاہیے۔
۱۲۔ ایدھر شروع کیا صبح نغمۂ بلبل نے (ص۴۸)	ادھر ..... نغمہ، بلبل نے، ہونا چاہیے۔
۱۳۔ مژگاں کے بان نے تو ارجن کا بان مارا (ص۴۷)	مان مارا، ہونا چاہیے۔
۱۴۔ ہے حُسن میں یہ فیض کہ صحبت میں بتاں کے (ص۵۰)	ہے حُسن سے یہ..... کی، ہونا چاہیے۔
۱۵۔ صبح کو جیتا تو نکلا گھر سے میں پر کیا کہوں (ص۵۱)	گھر میں سے، ہونا چاہیے۔
۱۶۔ کوئی میخانہ سے ناگہ شام کو گذرے جو شیخ (ص۵۱)	کوے میخانہ.... گزرے، ہونا چاہیے۔
۱۷۔ کوئی دم کو پھولتا ہے یہ گلزار دیکھنا (ص۵۴)	پھولتی ہے، ہونا چاہیے۔
۱۸۔ چمن میں وہ شور ڈال سکتی ہے منھ تو دیکھو بہار اپنا (ص۵۶)	منہ تو دیکھے، ہونا چاہیے۔
۱۹۔ کیا گوش فہم گرے ہے عالم میں اب کہ کوئی (ص۵۶)	فہم کرے ہے، ہونا چاہیے۔
۲۰۔ جزوکل میں فرق اتنا ہی فقط ہے اعتقاد (ص۶۵)	جزو وکل۔ اپنا، ہونا چاہیے۔
۲۱۔ اجل نے عہد میں تیرے ہے تقدیر سے یہ پیغام کیا (ص۶۸)	تیرے ہی، ہونا چاہیے۔
۲۲۔ خاص کردن میں ہی نظارہ تو تو دید لذت ہے (ص۶۸)	کروں میں، ہونا چاہیے۔
۲۳۔ ساغر جب تک لاویں لاویں تو ڑسبو کو جام کیا (ص۶۸)	لاویں ہی لاویں، ہونا چاہیے۔
۲۴۔ سانس ٹھنڈی کسی مایوس کی ہیں ورنہ نسیم (ص۷۲)	کی ہے، ہونا چاہیے۔
۲۵۔ کیا کیا کہوں جو مجسے ترے عشق نے لیا (ص۷۳)	مجھ سے ترے عشق میں گیا، ہونا چاہیے۔
۲۶۔ صبر وحیا و دین و دل و عار و ننگ و خواب (ص۷۳)	شرم وحیا، ہونا چاہیے۔
۲۷۔ سودا سے کہا میں کہ ترے شہرے سُن کر (ص۷۷)	شہرے کو سن کر، ہونا چاہیے۔
۲۸۔ سو جتن کیجے تو ٹک نکلے وہ گھر سے باہر (ص۷۹)	در سے باہر، ہونا چاہیے۔
۲۹۔ یکدست اک زمانہ جہاں میں لٹائے گل (ص۸۷)	اگر زمانہ، ہونا چاہیے۔

۳۰۔ دیکھا نہ اس کو وو ہیں گماں سو طرف کیا (ص ۸۵) — گیا، ہونا چاہیے۔

۳۱۔ عمر وہ روزہ بھی عشرہ ہے محرم کا سا (ص ۹۱) — دہ روزہ، ہونا چاہیے۔

۳۲۔ گریاں نہ شکل شیشہ نہ خنداں نہ طرز جام (ص ۹۷) — بہ شکل..... بہ طرز، ہونا چاہیے۔

۳۳۔ تیغ نگاہ چشم کا تیرے نہیں حریف (ص ۹۷) — نگاہِ گرم، ہونا چاہیے۔

۳۴۔ روز ہم روئے بیٹھ تاک کی چھاؤں (ص ۹۸) — زور..... چھانو، ہونا چاہیے۔

۳۵۔ لب ولہجہ ترا سا ہے کسی خوابانِ عالم میں (ص ۹۹) — کسے، ہونا چاہیے۔

۳۶۔ جس سے پوچھا میں کہ دل خوش ہے کہیں دنیا میں (ص ۱۰۰) — ''میں'' زائد ہے۔

۳۷۔ سونپوں ہوں جس کو منصفی جرم رکھے ہے میرے پر (ص ۱۰۶) — میرے سر، ہونا چاہیے۔

۳۸۔ گل نے بلبل کو خریدا ہے زر و درد کے ساتھ (ص ۱۰۷) — زرو ورد، ہونا چاہیے۔

۳۹۔ معنی اس بیت کے اک ہم ہیں سو آ درد کے ساتھ (ص ۱۰۷) — آورد، ہونا چاہیے۔

۴۰۔ دل کو چالے کہ میں خالی کروں مانند حباب (ص ۱۰۷) — چاہا/چاہے، ہونا چاہیے۔

۴۱۔ ایک وقت میں چلا تھا یہ ناز و نعم کے ساتھ (ص ۱۰۷) — اک..... پلا تھا، ہونا چاہیے۔

۴۲۔ سودا غلام لطف و محبت ہے ورنہ یہاں (ص ۱۰۷) — یھاں، ہونا چاہیے۔

۴۳۔ عکس روا پنے پہ کچھ آپ ہی نہیں مفتوں وہ شوخ (ص ۱۱۴) — آپھی، ہونا چاہیے۔

۴۴۔ راز دار عشق سودا زور ہے مستانہ ہے (ص ۱۱۴) — زور ہی، ہونا چاہیے۔

۴۵۔ کیا مزاج اس کے بتاؤں کہ عجب آتش ہے (ص ۱۱۵) — اس کی، ہونا چاہیے۔

۴۶۔ بات جو سودا کی مانے نہ ضرر اس کا ہے (ص ۱۱۵) — سود کی، ہونا چاہیے۔

۴۷۔ ہر کسی کا نہ پڑے کوچے میں ایسے کہ قدم (ص ۱۱۵) — ایسے کے، ہونا چاہیے۔

۴۸۔ جو دم تیغ نہ چلتا ہو گذر اس کا ہے (ص ۱۱۵) — تیغ پہ، ہونا چاہیے۔

۴۹۔ کاسہ لبریز کہیں اس سے بھی کم ہوتا ہے (ص ۱۱۶) — اُوس سے بھی ہوتا ہے، ہونا چاہیے۔

۵۰۔ نکل نہ چوکھٹ سے گھر کی پیارے، چو پٹ کے اُجھل ٹھٹھک رہا ہے (ص ۱۱۷)

اُوجھل، ہونا چاہیے۔

۵۱۔ سچ ہے کہ چشم عاشق یاقوت کا ہے معدن (ص ۱۱۸) — سمجھے کہ، ہونا چاہیے۔

۵۲۔ در سخن کو اپنے پرکھائے آدمی سے (ص ۱۱۸) — پرکھالے، ہونا چاہیے۔

۵۳۔ سخن تراش میں وہ ہوں بسنگلاخ زمین (ص ۱۱۹) — بہ سنگ لاخ زمیں، ہونا چاہیے۔

۵۴۔ کرشمہ وہ جو تری چشم عنبری جانے (ص ۱۲۱)	ابھری، ہونا چاہیے۔	
۵۵۔ چلی آتی ہے ددہی رات جوں جوں دن یہ ڈھلتا ہے (ص ۱۲۵)	وہی، ہونا چاہیے۔	
۵۶۔ سرہانے اس کے بیٹھا ہاتھ سے تو ہاتھ ملتا ہے (ص ۱۲۵)	سرھانے، ہونا چاہیے۔	
۵۷۔ غنچے کو گلستاں میں حیا سے سرور ہے (ص ۱۳۱)	صبا، ہونا چاہیے۔	
۵۸۔ کہا اُن نے کہ نے یہ ہندوستاں (ص ۱۳۲)	بہ، ہونا چاہیے۔	
۵۹۔ غنچے سمٹے تو سمٹے ممکن ہے (ص ۱۳۳)	غنچہ، ہونا چاہیے۔	
۶۰۔ کوئی سسکے کوئی تڑپے ہے کوئی ہے بچین (ص ۱۳۴)	تڑپھے ..... بےحس، ہونا چاہیے۔	
۶۱۔ نظارہ باز بزم بتاں کا ہوں جیسے میں (ص ۱۳۷)	سب سے میں، ہونا چاہیے۔	
۶۲۔ جیسے بلائے جان ہے یہ آنکھ گھر گئی (ص ۱۳۷)	جیسی ..... گھر، ہونا چاہیے۔	
۶۳۔ تھے عقدہ غنچوں کے دل میں طرف سے بلبل کے (ص ۱۳۸)	تھے عقدے، ہونا چاہیے۔	
۶۴۔ لڑکے مجھ آنسوؤں کے نپٹ منکرے ہوئے (ص ۱۳۹)	منگرے، ہونا چاہیے۔	
۶۵۔ دادِ طلب دل کی یاں کیجیے تو کیا فائدہ (ص ۱۴۰)	داد.....یھاں کیجیے، ہونا چاہیے۔	
۶۶۔ بستۂ زلف پہ ہر شام ہی شب خون ہے (ص ۱۴۲)	ہے اور شب خوں ہے، ہونا چاہیے۔	
۶۷۔ آشفتہ زلف ولٹ پٹی دستار کون ہے (ص ۱۴۳)	لٹپٹی، ہونا چاہیے۔	
۶۸۔ پایانہ تنک دیکھنے تیئں روے اثر بھی (ص ۱۵۴)	تیں، ہونا چاہیے۔	
۶۹۔ گل پھکے ہے عالم کی طرف بلکہ ثمر بھی (ص ۱۵۴)	پھینکے، ہونا چاہیے۔	
۷۰۔ زباں پہ شکر ہوے اختیار گزرے ہے (ص ۱۵۵)	سوبے، ہونا چاہیے۔	
۷۱۔ بٹتے تھے رشتۂ رگ گل دام کے لیے (ص ۱۶۰)	بٹتے تھے، ہونا چاہیے۔	
۷۲۔ پہونچے سوکیونکہ منزل مقصد کو یہ قدم (ص ۱۶۰)	پہنچے سو کیوں کے منزل مقصود کو، ہونا چاہیے۔	

یاے معروف اور یاے مجہول میں عدمِ امتیاز:

عہدِ میر و سودا بلکہ اس کے بہت بعد تک لفظوں کے آخر میں واقع یاے معروف (ی) اور یاے مجہول (ے) کی کتابت میں امتیاز ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا، نتیجتاً لفظ غلط پڑھ لیے جاتے تھے۔ پیشِ نظر انتخاب میں بھی اس غلط نگاری کی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً:

۱۔ ع کوئی میخانہ سے ناگہ شام کو گذرے جو شیخ (ص ۵۱)

۲۔ آباد شہر دل تھا اُسے شہر یار تک (ص ۸۵)

۴۔لب ولہجہ ترا سا ہے کسی خوبانِ عالم میں (ص۹۱)

مندرجہ مصرعوں میں خط کشیدہ الفاظ کی صحیح صورت بالترتیب: کوے، اُسی اور کیسے ہے۔

علاوہ ازیں اس غلط اندازِ نگارش کے باعث قاری کو متن کی قراءت میں لفظوں کی تذکیر و تانیث کے تعین میں دشواری پیش آتی تھی۔انتخابِ زیر بحث کے مرتب سے بھی کم از کم اکیس لفظوں کی صحیح جنس کے تعین میں التباس ہوا ہے۔مثالیں درج کی جاتی ہیں:۔

تذکیر و تانیث

۱۔	کفر کی میری تجلی ہے نظیر شمع طور (ص۳۲)	''کفر کی میرے''، ہونا چاہیے۔
۲۔	نہیں وہ صحبتِ میخانہ بے مہری سے ساقی کے (ص۳۸)	''ساقی کی'' ہونا چاہیے۔
۳۔	کبھو گذر نہ کیا خاک پر مرے ظالم (ص۴۰)	''خاک پر مری'' ہونا چاہیے۔
۴۔	فریاد نے جرس کے کیا کاروان مارا (ص۴۷)	''جرس کی'' ہونا چاہیے۔
۵۔	ہے حسن میں یہ فیض کہ صحبت میں بتاں کے (ص۵۰)	''بتاں کی'' ہونا چاہیے۔
۶۔	کوئی کہتا تھا کر و آنکھوں میں اپنے طوطیا (ص۵۱)	''اپنی'' ہونا چاہیے۔
۷۔	چمن نہ تنہا جنھوں کی غم سے ہنوز چھاتی پہ کھائے ہے گل (ص۵۶)	''جنھوں کے'' ہونا چاہیے۔
۸۔	صحبتوں کا نہ کرو غیر کے مجھ سے اخفا (ص۶۳)	''غیر کی'' ہونا چاہیے۔
۹۔	اجل نے عہد میں تیرے ہے تقدیر سے یہ پیغام کیا (ص۶۸)	''تیرے ہی'' ہونا چاہیے۔
۱۰۔	حشر میں بھی نہ اُٹھوں بسکہ اذیت کھینچے (ص۶۹)	''کھینچی'' ہونا چاہیے۔
۱۱۔	گھائل کی تجھ نگہ کی لگی کس طرح سے آنکھ (ص۷۳)	''نگہ کے لگے'' ہونا چاہیے۔
۱۲۔	نظر آتی ہے چاک جیب کے دامان میں (ص۷۵)	''چاک جیب کی'' ہونا چاہیے۔
۱۳۔	رنجش کا مرے نہ پوچھ باعث (ص۸۱)	''رنجش کا مری'' ہونا چاہیے۔
۱۴۔	آباد شہر دل تھا اُسے شہر یار تک (ص۸۵)	''اُسی'' ہونا چاہیے۔
۱۵۔	دیکھے اگر صفائے بدن کو ترے صبا (ص۸۷)	''تری'' ہونا چاہیے۔
۱۶۔	اشک کا قطرہ نہ تھا آنکھوں سے جن کے روشناس (ص۱۱۰)	''جن کی'' ہونا چاہیے۔
۱۷۔	اک طرز ہو لُٹ جانیکے دل کی تو کہوں میں (ص۱۱۲)	''کی دل کے'' ہونا چاہیے۔
۱۸۔	ہے جو حرکت جان کے غارت کا سبب ہے (ص۱۱۲)	''جان کی'' ہونا چاہیے۔
۱۹۔	اس تار کا کب تیرے بستار نظر میں ہے (ص۱۱۳)	''تیری'' ہونا چاہیے۔

۲۰۔ کیا مزاج اس کے بتاؤں کہ عجب آتش ہے (ص ۱۱۵) ''اُس کی'' ہونا چاہیے۔

۲۱۔ اس دل کی تف آہ سے کب شعلہ برآوے (ص ۱۵۶) ''دل کے تف'' ہونا چاہیے۔

ناموزوں مصرعے بہ سبب غیر ضروری اعلان نون:

قدیم تحریروں میں نون کو عدم اعلان اور بالاعلان دونوں صورتوں میں نقطے کے ساتھ لکھا جاتا تھا۔ لکھاوٹ کا یہ طریقہ غیر سائنسی ہے۔ زیرِ بحث انتخاب میں نون اور نون غنہ کے درمیان عدم امتیاز کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ نتیجتاً درج ذیل مصرعے غیر ضروری اعلانِ نون کے سبب ناموزوں ہو گئے ہیں:

۱۔ کبھو نہ پہونچ سکے دل سے تا زبان یک حرف (ص ۳۴) زباں یک حرف، ہونا چاہیے۔

۲۔ جوشِ طوفان دیدۂ نمناک سے کیا کیا ہوا (ص ۴۴) طوفاں، ہونا چاہیے۔

۳۔ جوششِ دریاے خون ہنگامۂ شور و فغاں (ص ۴۴) خوں، ہونا چاہیے۔

۴۔ ظالم میں کہ رہا کہ تو اس خون سے درگذر (ص ۴۳) خوں، ہونا چاہیے۔

۵۔ نوید، مغبچگان موسمِ بہار آیا (ص ۵۲) مغبچگاں، ہونا چاہیے۔

۶۔ ملک آئین جب سے تین لوٹا (ص ۶۰) تیں، ہونا چاہیے۔

۷۔ کفر و دین گبر و شیخ سے چھوٹا (ص ۶۰) دیں، ہونا چاہیے۔

۸۔ کوئی ہے کشتۂ ابرو کوئی بے جان زنگاہ (ص ۷۱) بے جاں، ہونا چاہیے۔

۹۔ خانۂ دل کہ ہو خون ہونے کا آئین جس میں (ص ۹۱) خوں..... آئیں، ہونا چاہیے۔

۱۰۔ تو آپ سے زبان زد عالم ہے ورنہ میں (ص ۹۷) زباں، ہونا چاہیے۔

۱۱۔ زینت دلیل مفلسی ہے ٹک کمان کو دیکھ (ص ۱۰۲) کماں، ہونا چاہیے۔

۱۲۔ تا دوئی ہے درمیان لاف آشنائی کا غلط (ص ۱۱۴) درمیاں، ہونا چاہیے۔

۱۳۔ سخن تراش میں وہ ہوں بسنگلاخ زمین (ص ۱۱۹) زمیں، ہونا چاہیے۔

۱۴۔ ہر سحر قتل تری چشم کا اک مفتون ہے (ص ۱۴۲) مفتوں، ہونا چاہیے۔

۱۵۔ بستۂ زلف پہ ہر شام ہی (اور) شب خون ہے (ص ۱۴۲) خوں، ہونا چاہیے۔

۱۶۔ مجھ جگر سوختہ کے بھی تو دل پر خون ہے (ص ۱۴۲) خوں، ہونا چاہیے۔

۱۷۔ سرو جو کھینچے ہے سر خاک سے سو موزون ہے (ص ۱۴۲) موزوں، ہونا چاہیے۔

۱۸۔ قطرہ بڑھتا ہی رہے یار تو پھر جیحون ہے (ص ۱۴۲) جیحوں ہونا چاہیے۔

۱۹۔ ورنہ سب اہل گلستان کا چمن میں خون ہے (ص۱۴۲) — گلستاں۔خوں، ہونا چاہیے۔
۲۰۔ گانٹھ میں غنچہ لالہ کے ابھی افیون ہے (ص۱۴۲) — افیوں، ہونا چاہیے۔
۲۱۔ خیال اپنے میں گو ہوں ترانہ سنجان مست (ص۱۴۶) — سنجاں، ہونا چاہیے۔

اعراب بالحروف:

اردو رسم خط کے قدیم اندازِ نگارش میں زیر اور پیش کی علامتوں کے لیے حروف علت ''ی'' اور ''و'' کا استعمال ہوتا تھا۔ مثلاً اون بجائے اُن، اوس بجائے اُس وغیرہ۔ اعراب بالحروف کا یہ قاعدہ اب متروک ہے۔ انتخابِ کلام کی ترتیب ہو یا دیوان وکلیات کی تدوین، مرتب/مدوّن کو لفظوں پر زیر اور پیش کی آوازوں کو ظاہر کرنے کے لیے ان کے لیے مقررہ علامتوں کا التزام لازمی طور پر کرنا چاہیے۔ پیش نظر انتخاب میں اعراب بالحروف کی مثالیں بہ کثرت دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مثلاً:

۱۔ شمع رو کہنا اوسے سودا ہے تاریکی عقل (ص۳۲) — اُسے، ہونا چاہیے۔
۲۔ سودا سنا ہے میں نے یہ اوس پہ ہوا تو مبتلا (ص۳۴) — اُس، ہونا چاہیے۔
۳۔ اون کی خدمت میں لیے میں یہ غزل جاؤں گا (ص۴۱) — اُن، ہونا چاہیے۔
۴۔ عمامہ کو اوتار کے پڑھیو نماز شیخ (ص۴۳) — اُتار، ہونا چاہیے۔
۵۔ ترکش اولینڈ سینہ عالم کا چھان مارا (ص۴۷) — اُلینڈ، ہونا چاہیے۔
۶۔ حسد کسی کو نہ اوس پر کہ جن نے شام لیا (ص۴۸) — اُس، ہونا چاہیے۔
۷۔ ایدھر شروع کیا صبح نغمہ بلبل نے (ص۴۸) — اِدھر، ہونا چاہیے۔
۸۔ آخرِ کار اوس جگہ کیا دیکھتا ہوں رات کو (ص۵۱) — اُس، ہونا چاہیے۔
۹۔ بے وجہ نہیں ہے آئینہ ہر بار دیکھنا (ص۵۴) — آئنہ، ہونا چاہیے۔
۱۰۔ تم جن کی ثنا کرتے ہو کیا بات ہے اون میں (ص) — اُن، ہونا چاہیے۔
۱۱۔ موند جائیں چشم عاشق تو بھی وہ لب نہ کھولے (ص۱۵۹) — مُند جائیں، ہونا چاہیے۔
۱۲۔ ایک تو تھا ہی دیوانہ تس پہ آئی ہے بہار (ص۸۰) — دوانہ تس پہ، ہونا چاہیے۔
۱۳۔ دیوانہ ہو گیا سودا تو آخر ریختہ پڑھ پڑھ (ص۹۹) — دوانہ، ہونا چاہیے۔

نسخۂ اساسی سے انحراف:

پیش لفظ میں فاضل مرتب کا ارشاد ہے..... ''نسخہ جان سن'' کو بنیاد بنایا گیا ہے اور حواشی میں کلیات سودا مرتبہ عبدالباری آسی کے اختلافات درج کر دیے گئے ہیں.....''۔ لیکن کتاب میں

اس اختیار کردہ اصول کی باقاعدہ پابندی نہیں کی گئی ہے۔ صرف اکسٹھ مقامات پر نسخہ آسی کے اختلافات حاشیے میں درج ہیں اور ان میں سے متعدد کا متن نسخہ جان سن کے مقابلے میں صحیح تر ہے۔ علاوہ ازیں ایک سو تیس مثالیں ایسی ہیں جہاں نسخہ آسی کا متن قبول کیا گیا ہے لیکن حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ مثالیں درج کی جارہی ہیں:

	متن جان سن	اختیار کردہ متن	
۱۔	جب چشمِ کھلی گل کی تو موسم ہو خزاں کا	موسم ہے	(ص ۳۰)
۲۔	سودا جو کبھی گوش سے ہمت کے سنے تو	کبھو	(ص ۳۰)
۳۔	موسیٰ نہیں جو سیر کروں کوہِ طور کا	کہ سیر	(ص ۳۱)
۴۔	عالم کے دل سے داغ دھلایا نہ جائیگا	مٹایا	(ص ۴۳)
۵۔	دامان و داغ تیغ کو دھویا تو کیا ہوا	تیغ جو	(ص ۴۳)
۶۔	جوئیں پڑی بہتیں ہیں جا دیکھے گلستاں میں	بہتی ہیں دیکھا گلستاں میں	(ص ۴۶)
۷۔	آتے مجھے جو دیکھا تیر و کماں اُٹھا کر	تجھے	(ص ۴۷)
۸۔	کہیں نہ واسطے جاگیر کے ہیں یہ مجرائی	منصب	(ص ۴۸)
۹۔	سلام کر کے کسو سے نہ ایک دام لیا	نہ لاکھ دام	(ص ۴۸)
۱۰۔	کبھو نہ ان کو میں دیکھا تلاش خدمت میں	کبھو میں ان کو نہ دیکھا تلاشِ دنیا میں	(ص ۴۸)
۱۱۔	کہ گل بہار میں مجروح بے شمار آیا	کہ گل جب آیا تو مجروح	(ص ۵۲)
۱۲۔	مت آشیاں چمن میں مرے متصل بنا	چمن کے مرے	(ص ۵۳)
۱۳۔	یا جا کے اس گلی میں جہاں تھا ترا گذر	گلی کو	(ص ۵۴)
۱۴۔	پر جو خدا دکھائے تو ناچار دیکھنا	دکھاوے سو	(ص ۵۴)
۱۵۔	کروں سو کیا ناامیدی وہ ہوئے کس طرح یار اپنا	ہووے	(ص ۵۶)
۱۶۔	چمن میں وہ شور ڈال سکتی ہے منہ تو دیکھے بہار اپنا	منھ تو دیکھو	(ص ۵۶)
۱۷۔	وگرنہ وہ سنگ کونسا ہے نہ ہووے جس میں شرار اپنا	نہ ہوگا	(ص ۵۶)

۱۸۔	میں کیا کہوں وہاں سے وہ سیار کر گئے گذار اپنا	واں سے آہ سیار	(ص ۵۶)
۱۹۔	گل سُن کے پھاڑیں جیب کو دیں بلبلاں صلا	پھاڑیں سُن کے	(ص ۵۸)
۲۰۔	فیروزہ ہوئے مردہ تو دیتا ہے وہ جلا	ہووے مردہ تو دیوے ہے وہ	(ص ۵۸)
۲۱۔	اسلوب شعر کہنے کا تیرے نہیں ہے یہ	تیرا نہیں	(ص ۵۸)
۲۲۔	گل جھاڑے ہے دامن تو نے بغچے کو سنبھالا	بقچے	(۵۹)
۲۳۔	تو اپنی غریب عاجز دل بیچنے والا	اپنا.....عاجز و دل	(۵۹)
۲۴۔	لیا تیں چھین نقدِ دل اب ان.....الخ	دیا تیں نقدِ دل اپنا اب	(ص ۶۱)
۲۵۔	کچھ خموشی کے سوا اور سروکار نہ تھا	سوا اسکو سروکار	(ص ۶۳)
۲۶۔	رکھے ہے لطف کوئی سیر بوستاں تنہا	لطف بھی کچھ سیر	(ص ۶۴)
۲۷۔	سنا یہ مجھ سے تو کہنے لگے کہ پوچ مگو	لگا	(ص ۶۴)
۲۸۔	جزو و کل میں فرق اپنا ہی فقط ہے اعتقاد	جزو کل.....اتنا	(ص ۶۵)
۲۹۔	خُلق پیدا ہے جہاں کا کہ کیا جو اون نے	خلق.....اُس نے	(ص ۶۶)
۳۰۔	مجھ گدا نے بھی کسو شاہ سے ڈالا نہ سوال	کسی	(ص ۶۶)
۳۱۔	ناز و کرشمہ دے کر اس کو مج کو کیوں بدنام کیا	ناز و تغافل	(ص ۶۸)
۳۲۔	ادب دیا ہے ہاتھ سے اپنے کبھو بھلا میخانے کا	کبھی	(ص ۶۸)
۳۳۔	یار کہے ہے سودا کے ملنے سے مجکو کیا حاصل	ہم کو	(ص ۶۸)
۳۴۔	راہرو چلنے پہ باندھے ہے کمر آخر شب	باندھے ہے چلنے پہ	(ص ۷۲)
۳۵۔	گر نہ تزئیں کریں مقبولِ نظر آخر شب	کرے	(ص ۷۲)
۳۶۔	سانس ٹھنڈی کسی مایوس کی ہے ورنہ نسیم	کی ہیں	(ص ۷۲)
۳۷۔	صورت ماہ شب بست و چہارم سودا	پنجم	(ص ۷۲)
۳۸۔	کیا کیا کہوں جو مجھ سے ترے عشق میں گیا	عشق نے لیا	(ص ۷۳)
۳۹۔	شرم و حیا و دین و دل و عار و ننگ و خواب	صبر	(ص ۷۳)
۴۰۔	یہ عیش ہے کہ تو ہو بغل بیچ تنگ و خواب	ننگ و خواب	(ص ۷۳)
۴۱۔	کن نے چمن میں آنکے آنکھیں لڑائیاں	کس نے	(ص ۷۳)

۴۲۔	ہر ذرہ میری خاک کا ہووے ہوا پرست	ہو گا	(ص۷۴)
۴۳۔	چمن میں شور ہے تجھ جامہ زیبی کا کہ ہر گل کے	کاہر اک گل کے	(ص۷۴)
۴۴۔	نے چشم و نہ ابرو نہ کرشمہ نہ ادا ہیچ	نے چشم نہ	(ص۷۷)
۴۵۔	شیشہ ٹوٹے تو کریں ہم بھی ہنر سے پیوند	کریں لاکھ ہنر	(ص۷۸)
۴۶۔	سوجتن کجیے تو ٹک نکلے وہ در سے باہر	گھر سے باہر	(ص۷۹)
۴۷۔	یہ وہ سوا ہے جو ہے نفع و ضرر سے باہر	ہے کہ ہے	(ص۷۹)
۴۸۔	پیرہن میں گل کے پھولی نہیں سماتی ہے بہار	نہیں پھولی	(ص۸۰)
۴۹۔	کس کی انکھیوں سے کہو آتی ہے مستی سیکھ کر	آنکھوں..... آئی ہے	(ص۸۰)
۵۰۔	یھاں تک ابھی ہے گرم کہ ہو جائے تو سموم	ہو جاوے	(ص۸۲)
۵۱۔	سب رنگ میں تو یہ ترا سب سے بری رنگ	میں ہے تو..... سے بری رنگ	(ص۸۶)
۵۲۔	مجھ پر ترا ستم ہے تو اس پر جفائے گل	مجھ پر ستم ہوا ہے تو	(ص۸۷)
۵۳۔	مٹ گئے وہ شور دل کے آہ تب آئی بہار	ہائے	(ص۸۸)
۵۴۔	دل کوسن کوچے میں تیرے اب چلے ہے خیل اشک	ہیں	(ص۸۸)
۵۵۔	تیرا جو ستم ہے اس کی تو جان	اس کو	(ص۸۹)
۵۶۔	اپنی تھی سو خوب کر گئے ہم	تو خوب	(ص۸۹)
۵۷۔	تن تھا سو گداز کر گئے ہم	تھا تن	(ص۸۹)
۵۸۔	جان و عقل کامل و شور سر دیوانگاں	جان عقل	(ص۹۰)
۵۹۔	کہتا ہے کوئی دیر میں اور کوئی حرم میں	رہتا ہے	(ص۹۳)
۶۰۔	تم بھی ٹک دیکھو تو صاحب نظراں ہے کہ نہیں	کہ	(ص۹۴)
۶۱۔	جرم ہے اس کی جفا کا کہ وفا کی تقصیر	وفا کا کہ جفا	(ص۹۴)
۶۲۔	یک بہ یک ہو کے برآشفتہ لگا یہ کہنے	یوں کہنے	(ص۹۴)
۶۳۔	میں درد دل کہا ہے نہ کچھ اور تو نہیں	یہ کچھ	(ص۹۵)

۶۴۔	سودا ہے اس چمن میں بھلا کون سا وہ گل	سودا وہ کون سا ہے بھلا اس چمن میں گل	(ص ۹۶)
۶۵۔	نگر آباد ہے بسے ہے گاؤں	بسے ہیں	(ص ۹۸)
۶۶۔	کہیں مہتاب نے دیکھا ہے اس خورشید تاباں کو	تجھ	(ص ۹۸)
۶۷۔	جس سے پوچھا کہ دل خوش ہے کہیں دنیا میں	پوچھا میں کہ	(ص ۱۰۰)
۶۸۔	تو تو اس معنی سے شاد ہوا ہووے گا	معنی کو سن شاد	(ص ۱۰۰)
۶۹۔	مجھ میں اور یاروں میں ہے ربط سپند و آتش	اور یار میں	(ص ۱۰۳)
۷۰۔	ان کی جوشش نے کیا ان سے گریزاں مجکو	اس کی.....اس سے	(ص ۱۰۳)
۷۱۔	جینے دیوے جو کبھو کاوش یاراں مجکو	دوراں	(ص ۱۰۳)
۷۲۔	ایک وقت میں پلا تھا یہ ناز و نعم کے ساتھ	چلا تھا	(ص ۱۰۷)
۷۳۔	کس صنم سے یہ بھلایا ہے طریق دیں کو	صنم نے	(ص ۱۰۸)
۷۴۔	باز آ پھرنے سے تو کوے بتاں کے سودا	سے اب	(ص ۱۰۸)
۷۵۔	اشک کا قطرہ نہ تھا آنکھوں سے جس کی روشناس	جن کے	(۱۱۰)
۷۶۔	حسن سے اس کے ہے ان دونوں کو دن	دونوں میں	
	رات کا فرق		(ص ۱۱۵)
۷۷۔	کاسہ لبریز کہیں اوس سے بھی ہوتا ہے	اس سے بھی کم ہوتا ہے	(ص ۱۱۶)
۷۸۔	سمٹ کے گھٹ سے ترے درس کو نین میں		
	جی آ اٹک رہا ہے	جیرا اٹک	(ص ۱۱۷)
۷۹۔	جو صاحب ہنر ہے وہی ہنر کو پرکھے	ہو	(ص ۱۱۸)
۸۰۔	سمجھے کہ چشم عاشق یاقوت ہے معدن	سچ ہے	(ص ۱۱۸)
۸۱۔	سخن ہی سن لے تو رنگیں تراز چمن مجھ سے	بھی	(ص ۱۱۹)
۸۲۔	سخن مرا ہے مقابل مرے سخن کے میں	مرا ہی.....کے ہے	(ص ۱۱۹)
۸۳۔	سخن کو ریختے کے پوچھے تھا کوئی سودا	کون پوچھے تھا سودا	(۱۱۹)
۸۴۔	زباں وہی کہ ملنے میں جس کے ہو کچھ فیض	زبان وہی ہے کہ	(ص ۱۲۰)
۸۵۔	متاع دین سے اپنی ہوں اس لیے بے فکر	دیں سے میں اپنی	(ص ۱۲۰)

۸۶۔	غیور اس کی بہ از خضر رہبری جانے	اس کو	(ص ۱۲۱)
۸۷۔	فراموش اب کرے سودا نہ کیونکر	کیونکر نہ سودا	(ص ۱۲۳)
۸۸۔	چاہی تو اتنی بات سے انکار کر چلے	اپنی	(ص ۱۲۴)
۸۹۔	اثر جیسے طبیعت کے بیٔے امداد آتا ہے	کے لیے امداد	(ص ۱۲۸)
۹۰۔	نہیں تجھ دل کے زمانے کا میری آہ میں جوہر	نہیں کچھ دل	(ص ۱۲۸)
۹۱۔	پڑی جب کشتی دل عشق کے دریا میں پھر خطرہ	میں خطرہ کیا	(ص ۱۲۹)
۹۲۔	کچھ مراقب نہیں پینک میں یہ تریا کی ہے	میں ہے تریا کی ہے	(ص ۱۳۰)
۹۳۔	عزم کعبے کا تجھے حرج نرا ہے سودا	بڑا ہے	(ص ۱۳۰)
۹۴۔	غنچے کو گلستاں میں صبا سے سرور ہے	حیا	(ص ۱۳۱)
۹۵۔	ہے جفا سے غرض اسے اتنی	جتنی	(ص ۱۳۲)
۹۶۔	دل سے پوچھا یہ میں کہ عشق کی راہ	میں یہ کہ	(ص ۱۳۲)
۹۷۔	کہا اُن نے کہ نے یہ ہندوستان	یہ	(ص ۱۳۲)
۹۸۔	دل کسی سے کہ جب بلٹتا ہے	پلٹتا ہے	(ص ۱۳۳)
۹۹۔	کوئی سسکے کوئی تڑپھے ہے کوئی ہے بے حس	تڑپے..... بیچین	(ص ۱۳۴)
۱۰۰۔	مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکے مجھ بغیر	کیونکہ تجھ بغیر	(ص ۱۳۷)
۱۰۱۔	کواڑ چھاتی کے اے مہربان کھول دیے	آ درمیان	(ص ۱۳۸)
۱۰۲۔	وے نین ہیں یہ جن سے کہ جنگل ہرے ہوے	یہ وہ نین ہیں جن	(ص ۱۳۹)
۱۰۳۔	لڑکے مجھ آنسواں کے نپٹ منگرے ہوئے	آنسوؤں	(ص ۱۳۹)
۱۰۴۔	انصاف کسکو سونپیٔے اپنا بجز خدا	انصاف اپنا سونپیٔے کس کو بجز خدا	(ص ۱۳۹)
۱۰۵۔	کنج قفس کے ہمیں رکھنے سے ہے کیا حصول	سے اب کیا	(ص ۱۴۰)
۱۰۶۔	کہے ہے شمع سے پروانہ وقت جلنے کے	کہے تھا..... رات جلتے وقت	(ص ۱۴۱)
۱۰۷۔	کہ سخت جان سے سودا کی آہ کیا کیجیے	جان ہے سودا	(ص ۱۴۱)
۱۰۸۔	کہیں بھی مہر ہے جگ میں کہیں وفا بھی ہے	کہیں ہے مہر بھی جگ	(ص ۱۴۶)

۱۰۹۔	سمجھ کے رکھیو قدم دشت خار پر مجنوں	میں	(ص ۱۴۶)
۱۱۰۔	سودا کو کہا دیکھ لے اے مردم نافہم	کے	(ص ۱۴۷)
۱۱۱۔	قاصد گیا تو ان نے بھی اپنی ہی کچھ کہی	کچھ اپنی ہی	(ص ۱۴۸)
۱۱۲۔	جامہ ترے بدن میں تھا اس رات یکتہی	ہے	(ص ۱۴۸)
۱۱۳۔	تری گلی میں اکیلا کمین میں غماز	کمیں میں ہے غماز	(ص ۱۵۰)
۱۱۴۔	اب تو گلی سے تیری جانا ہی مصلحت ہے	تری گلی سے جانا	(ص ۱۵۱)
۱۱۵۔	نہ بزور و نہ بمنت نہ بصورت نہ بہ شکل	..... بصورت نہ شکل	(ص ۱۵۲)
۱۱۶۔	نے دن پڑوسیوں کی راحت ملامتوں سے	کو	(ص ۱۵۳)
۱۱۷۔	سوق زباں تک اپنی ہم شہریوں کو بھولا	شوق اب زباں کی بھولا	(ص ۱۵۳)
۱۱۸۔	گل پھینکے ہے عالم کی طرف بلکہ ثمر بھی	گل پھینکے ہیں	(ص ۱۵۴)
۱۱۹۔	کیا ضد ہے خدا جانیے مجھ ساتھ وگرنہ	کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانیے ورنہ	(ص ۱۵۴)
۱۲۰۔	گذر مرا ترے کوچے میں گونہیں تو نہ ہو	گر نہیں	(ص ۱۵۵)
۱۲۱۔	ہزار حرف شکایت کو دیکھتے ہی تجھے	کا	(ص ۱۱۵)
۱۲۲۔	اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے	ہوئے	(ص ۱۵۷)
۱۲۳۔	گر ہو شراب و خلوت و محبوب خوب رو	خلوت محبوب	(ص ۱۵۷)
۱۲۴۔	زاہد قسم ہے تجھ کو جو تو ہو تو کیا کرے	زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو	(ص ۱۵۷)
۱۲۵۔	تنہا نہ روز ہجر ہی سودا پہ ہے ستم	ہجر ہے سودا پہ یہ ستم	(ص ۱۵۷)
۱۲۶۔	کھینچی ہے بھواں نے تیغ مکھ پر	بھوؤں	(ص ۱۵۸)
۱۲۷۔	اک دل ملا کہ جس میں ہیں سیکڑوں بلولے	پھپھولے	(ص ۱۵۹)
۱۲۸۔	آ تجھ کو لے چلیں ہم دل کھول کر کے رو لے	کر تو رو لے	(ص ۱۵۹)
۱۲۹۔	ہٹتے تھے رشتۂ رگ گل دام کے لیے	ہٹتے تھے	(ص ۱۶۰)
۱۳۰۔	پہنچے سو کیونکی منزل مقصود کو یہ قدم	پہونچے سو کیونکہ منزل مقصد	(ص ۱۶۰)

نقطوں کا عدم التزام اور غلط اعراب نگاری:

پیش نظر انتخاب میں نقطوں کے التزام میں عدم احتیاط اور غلط اعراب نگاری نے بھی متن کی قرأت میں دشواری پیدا کی ہے۔ چنانچہ متعدد مصرعے بے معنی اور ناموزوں ہو گئے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ کبھو نہ پہونچ سکے دل سے تازیانِ یک حرف (ص۳۴)
۲۔ اے دیدۂ خانماں تو ہمارا ڈبو سکا (ص۴۲)
۳۔ سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکُن (ص۴۲)
۴۔ سنگ سے نکلے شرِرِ شعلہ شرر سے باہر (ص۷۹)
۵۔ جیسے (جیسی) بلائے جان ہے یہ آنکھ بِھر گئی (ص۱۳۷)
۶۔ شمع رو کہنا اوسے سودا ہے تاریکیٔ عقل (ص۳۲)
۷۔ ایدھر شروع کیا صبح نغمۂ بلبل نے (ص۴۸)
۸۔ ہیں صفائے بادۂ ودردتہ پیمانہ ہم (ص۹۰)
۹۔ راز خموشیٔ دل اظہار تک نہ پہونچا (ص۶۲)
۱۰۔ وہی ہو رائے مبارک میں اس کے گوشہ نشیں (ص۱۲۱)
۱۱۔ ہمارے کفر کے پہلو سے دیں کی راہ یاد آوئے (ص۱۳۲)
۱۲۔ نہ رو تو وادیٔ مجنوں میں اسقدر سودا (ص۱۵۰)

خط کشیدہ لفظوں پر زبر، ہمزہ، پیش اور زیر کی علامات غیر ضروری بلکہ غلط ہیں۔ اسی طرح: بہ کتاں کی جگہ یہ کتاں (۳۵)۔ یہ چشم تر کی جگہ بہ چشم تر (۳۶)۔ زور کی جگہ روز (۹۸)۔ بنا کی جگہ نبا (۱۰۹)۔ یہ مشت خاک کی جگہ یہ مشتِ خاک (۱۲۰)۔ اور پھیر گئے کی جگہ پھر گئے (۱۱۵)۔ جیسی متعدد مثالیں انتخاب میں موجود ہیں جو متن کی صحت کو مجروح کرتی ہیں۔

ک رگ:

قدیم انداز نگارش میں ’’ک‘‘ اور ’’گ‘‘ کی کتابت میں فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ یعنی ’’گ‘‘ پر دو مرکز کی جگہ ایک ہی مرکز لگایا جاتا تھا لیکن آج کی کتابت میں ان حروف کو اِن کی متعارف صورتوں میں لکھا جانا از حد ضروری ہے۔ پیشِ نظر انتخاب میں اس نوع کی بھی بعض غلطیاں در آئی ہیں۔ مثلاً:

۱۔ دل مرا پند گو نہ سمجھے (ص۳۵) کو، ہونا چاہیے

۲۔ کیا گوش فہم گرے ہے عالم میں اب کہ کوئی (ص ۶۲) کر، ہونا چاہیے

۳۔ دیکھا نہ اس کو وو ہیں گماں سو طرف کیا (ص ۸۵) گیا، ہونا چاہیے

۴۔ یکدست اکر زمانہ جہاں میں لٹائے گل (ص ۸۷) اگر، ہونا چاہیے

۵۔ یہ لڑکے مجھ آنسوؤں کے نپٹ منکرے (ص ۱۳۹) منگرے، ہونا چاہیے

کیوں کے/ کیوں کہ:

یہ دونوں لفظ صوتی مماثلت کے باوجود معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اوّل الذکر ''کیوں کر'' کے معنی میں قدما کے یہاں عمومیت کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور قدیم نسخوں میں اسی طرح لکھا ہوا ملتا ہے لیکن بعد کی مطبوعہ کتابوں میں اسے بدل کر ''کیوں کہ'' کر لیا گیا ہے۔ پیش نظر انتخاب ''اساسی نسخے'' میں اس کی قدیم صورت ہی ملتی ہے لیکن مرتب نے نسخۂ اساسی کی بجائے ''نسخۂ آسی'' کے متن کی مطابقت اختیار کی ہے۔ اور ''کیوں کے'' کی بجائے ''کیونکہ'' کو مرجح قرار دیا ہے۔

کہ/ کے:

کہ (بیانیہ) اور کے، کا کی جمع (حرف اضافت) کی کتابت میں احتیاط ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے۔ مثلاً:

۱۔ سوائے غم کے ہے مایہ مرے توکل کا (ص ۱۴۰)

۲۔ ہر کسی کا نہ پڑے کوچے میں ایسے کہ قدم (ص ۱۱۵)

پہلے مصرعے میں ''کے'' کی جگہ ''کہ'' اور دوسرے میں ''کہ'' کی بجائے ''کے'' کا محل ہے۔

ز/ ذ:

اردو کی قدیم اندازِ نگارش میں اِن دو مستقل حروف کی کتابت میں تفریق کا کوئی متعین اُصول نہیں تھا، چنانچہ پرانی تحریروں میں ''ز'' کی جگہ ''ذ'' اور اس کے برعکس لکھا جانا معمولات کتابت میں داخل تھا۔ زیر بحث کتاب کے کاتب نے بھی قریب قریب یہی طریقۂ کار اختیار کیا ہے اور گزرنا کے تمام مشتقات کو سوائے ایک دو مقامات کے ''ذ'' سے لکھا ہے۔ البتہ ''سرگذشت'' کو ''سرگزشت'' (۴۵) بنا دیا ہے۔

پیش نظر انتخاب میں ۵۸ اور ۵۹ پر مندرج غزلوں کے قافیے جلا، گلا اور نکالا، پیالا وغیرہ ہیں۔ ان غزلوں میں صوتی آہنگ سے مطابقت رکھنے والے دو عربی لفظ سلسلہ اور تعالیٰ بھی بہ طورِ قافیہ آئے ہیں۔ یہ لفظ اسی طرح لکھے گئے ہیں۔ لیکن اُصولی طور پر انھیں ''سلسلا اور تعالا'' لکھا جانا چاہیے تھا۔

د/و:

دال کو واو اور اس کے برعکس لکھنے کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً: واماندگی کو داماندگی (ص ۷۰)۔ ''دوہی رات'' کو دوہی رات (ص ۱۲۵)۔ عمردہ روزہ کو عمروہ روزہ (۹۱)۔ زروورداور آورد کو زرودرداور آدرد (۱۰۷) لکھا گیا ہے۔

املا کی کچھ اور بے ضابطگیاں:

تڑپھ، ڈھونڈھ، یہاں، وہاں:۔ ان لفظوں کی یہی قدیم صورتیں ہیں۔ یہ اسی طرح لکھے اور پڑھے جاتے تھے۔ زیرِ بحث انتخاب کے مرتب نے ان کو جدید املا میں تڑپ، ڈھونڈ اور یاں/واں بنادیا ہے لیکن کہیں کہیں قدیم صورت بھی باقی رہ گئی ہے مثلاً: تڑپھے ہے (ص ۱۰۷)، ڈھونڈھتا (ص ۹۹) ڈھونڈھے (۱۰۶) اور اسی طرح یہاں (ص ۱۰۷)۔ لفظ ''مزہ'' اور ''پہنچنا'' کا صحیح املا یہی ہے۔ اور مرتب کے نسخہ اساسی کے کاتب نے انھیں اسی طرح لکھا ہے لیکن انتخاب میں اوّل الذکر کو اکثر الف سے یعنی ''مزا'' اور ثانی الذکر کو تواتر کے ساتھ واو کے اضافے یعنی ''پہونچنا/پہونچا وغیرہ لکھا گیا ہے۔ یہ اور اس نوع کی متعدد املائی بے ضابطگیاں انتخاب میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ نسخہ اساسی میں ایک لفظ ''انکھیوں'' لکھا ہوا ملتا ہے، مرتب نے اسے اکثر آنکھوں بنادیا ہے اور نشان دہی بھی نہیں کی ہے۔

الحاقی کلام:

ترمیمات وتحریفات، تذکیروتانیث، اور املا کی بعض دوسری غلطیوں کے ساتھ زیرِ بحث انتخابِ غزلیاتِ سودا میں ایسا کلام بھی شامل ہوگیا ہے جو سودا کا طبع زاد نہیں ہے۔ مثلاً:

۱۔	کس سے بیان کیجیے حال دل تباہ کا	(۵شعر ص ۳۳)
۲۔	باطل ہے ہم سے دعویٰ شاعر کو ہمسری کا	(۵شعر ص ۳۹)
۳۔	جوشِ طوفاں دیدۂ نمناک سے کیا کیا ہوا	(۵شعر ص ۴۴)
۴۔	پہلو سے میرے صبح وہ دلدار اُٹھ گیا	(۷شعر ص ۷۱)
۵۔	گرچہ ہوں زیرِ فلک نالۂ شبگیر نصیب	(۷شعر ص ۷۱)
۶۔	دیکھے بلبل جو یار کی صورت	(۵شعر ص ۷۶)
۷۔	ہم نے بھی دیر وکعبہ سے دن چار کی ہوس	(۷شعر ص ۸۳)
۸۔	آباد شہر دل تھا اُسے (اسی) شہریار تک	(۵شعر ص ۸۵)

۹۔ بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے (۳ شعر ص ۱۵۷)
۱۰۔ کیا خوشی اس سے ہمیں سودا کہ آئی ہے بہار (ص ۱۱۰)
۱۱۔ ہر سحر خون جگر کا غنچۂ گل کی طرح (ص ۱۱۰)

متذکرہ بالا غزلیں سودا کے نسخوں میں نہیں ملتیں لہٰذا انھیں سودا سے منسوب کرنا تحقیقی نقطۂ نظر سے درست معلوم نہیں ہوتا۔ راقم کی تحقیق کے مطابق غزل نمبر ۸ تو یقیناً سودا کی نہیں۔ اصلاً اس کے خالق میر حسن ہیں۔ تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

آباد شہر دل تھا اسی شہر یار تک پہنچا نہ آ کوئی پھر اس اُجڑے دیار تک
ٹک دیکھ لیں چمن کو، چلو لالہ زار تک کیا جانے پھر جئیں نہ جئیں ہم بہار تک
دیکھا نہ اس کو وو ہیں گماں سو طرف گیا آئے نہ ہوتے کاش کہ ہم کوے یار تک
قسمت نے دور ایسا ہی پھینکا ہمیں کہ ہم پھر جیتے جی، پہنچ سکے نہ اپنے یار تک
ساقی سمجھ کے دیجیو جام شراب عشق سودا کا کام پہنچے گا آخر خمار تک

پانچ اشعار پر مشتمل مندرجہ بالا غزل کلیات سودا کے تمام مطبوعہ نسخوں کے علاوہ پانچ قلمی نسخوں میں بھی موجود ہے اور ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے لندن کے ایک قلمی نسخے اور نول کشوری ایڈیشن کی بنیاد پر اسے اپنے مرتبہ کلیات سودا، جلد اوّل کے حصۂ چہارم (ص ۶۴۴) میں جگہ دی ہے اور ڈاکٹر ہاجرہ نے اپنے مرتبہ غزلیات سودا (ص ۳۵۰) میں اور شارب ردولوی نے انتخاب سودا (ص ۸۵) میں شامل کیا ہے۔ اس کے برخلاف یہ غزل دیوان میر حسن کے تمام قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں ملتی ہے۔ علاوہ ازیں خود میر حسن نے اس غزل کا مطلع اور شعر نمبر ۳، ۴ ''تذکرہ شعرائے اردو'' میں اپنے کلام کے تحت نقل کیا ہے۔ لہٰذا یہ اشعار یقینی طور پر میر حسن کے زائیدہ فکر ہیں اور غلطی سے کلام سودا میں شامل کر لیے گئے ہیں۔ میر حسن کے یہاں مطلع اوّل کا مصرع دوم چوتھے شعر کا مصرع اول اور پانچویں شعر کے دونوں مصرعوں کا متن کسی قدر مختلف ہے۔ سطور ذیل میں یہ تینوں اشعار دیوان میر حسن (قلمی) اور تذکرہ شعرائے اردو کے حوالے سے نقل کیے جاتے ہیں:

آباد شہر دل تھا اسی شہر یار تک اب کوئی آ پھرے نہ اس اجڑے دیار تک
دیکھا وہاں نہ تجھ کو گماں سو طرف گیا آئے نہ ہوتے کاش کہ ہم کوے یار تک
غافل سمجھ کے پیجیو جام شراب عشق آخر کو کام پہنچے ہے اس کا خمار تک

سطورِ بالا میں درج: یاے معروف و مجہول، ک رگ اور ذ رز کی کتابت میں عدم تفریق،

متعدد لفظوں کی جنس کے تعین میں منشاے مصنف/اصول قواعد کی خلاف ورزی، غیر ضروری اعلانِ نون، زیر، پیش کی حرکات کے لیے اعراب بالحروف کے طریقے کا استعمال، غلط اعراب نگاری، نُقطوں کا عدم التزام اور املا سے متعلق دوسرے متعدد اَسقام جیسی مثالوں کے علاوہ نسخۂ اساسی سے مَن مانے انحراف اور الحاقی کلام کی شمولیت کی بنا پر اس جدید ترین انتخابِ غزلیات کی افادیت تقریباً ختم ہو گئی ہے، لہٰذا ضرورت اب اس امر کی ہے کہ طلبہ اور عام قاری کی ضروریات کے پیشِ نظر کلامِ سودا کا ایک قابلِ اعتبار انتخاب شایع کیا جائے۔ یہی تلافیِ مافات کی واحد صورت ہے۔

☆ فہرستِ اسنادِ محولہ:

کتب:

۱۔ سودا، محمد رفیع، مرزا: ''انتخابِ کلامِ سودا''، طبع دوم، مرتبہ مولوی غلام حیدر، کلکتہ، ۱۸۴۷ء۔

۲۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیات سودا''، طبع اوّل، دہلی، مطبع مصطفائی، ۱۸۵۶ء۔

۳۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیات سودا''، طبع دوم، لکھنو، مطبع نول کشور، ۱۸۷۲ء۔

۴۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیات سودا''، طبع سوم، لکھنو، مطبع نول کشور، ۱۸۷۳ء۔

۵۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیات سودا''، طبع چہارم، لکھنو، مطبع نول کشور، ۱۸۸۷ء۔

۶۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیات سودا''، طبع پنجم، لکھنو، مطبع نول کشور، ۱۹۰۵ء۔

۷۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیاتِ سودا''، طبع ششم، لکھنو، مطبع نول کشور، ۱۹۱۶ء۔

۸۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیاتِ سودا''، مرتبہ مولوی عبدالباری آسی، (جلد اوّل و دوم) لکھنؤ، مطبع نول کشور، ۱۹۳۲ء

۹۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''انتخاب کلیات سودا''، مرتب پروفیسر خورشید الاسلام، ۱۹۶۵ء۔

۱۰۔ سودا، محمد رفیع، مرزا: ''انتخابِ کلامِ سودا''، مرتبہ رشید حسن خاں، نئی دہلی، مکتبۂ جامعہ، ۱۹۷۲ء۔

۱۱۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیاتِ سودا''، مقدمہ ڈاکٹر امرت لال عشرت، الہٰ آباد، رام نرائن لال بنی مادھو پبلشر، ۱۹۷۱ء۔

۱۲۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''افکار سودا''، مرتبہ ڈاکٹر شاداب رودلوی، طبع اوّل، الہٰ آباد، حمید شاہین پبلشر، ۱۹۶۱ء۔

۱۳۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''انتخاب غزلیات سودا''، مرتبہ شارب ردولوی، دہلی، اردو اکادمی، ۱۹۹۲ء اور ۲۰۰۰ء۔

۱۴۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیاتِ سودا'': حصہ اوّل مرتبہ، ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۳ء

۱۵۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیاتِ سودا'': حصہ دوم، مرتبہ، ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۴ء

۱۶۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیاتِ سودا'': حصہ سوم، مرتبہ، ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء
۱۷۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیاتِ سودا'': حصہ چہارم، مرتبہ، ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء
۱۸۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''قصائدِ سودا''، مرتبہ عتیق احمد صدیقی علی گڑھ، شعبۂ اُردو، علی گڑھ، ۱۹۷۶ء۔
۱۹۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''کلیاتِ سودا'': حصہ چہارم، مرتبہ، ڈاکٹر محمد حسن، نئی دہلی، ادارہ تصنیف، ۱۹۶۹ء۔
۲۰۔ محمد موصوف احمد، ڈاکٹر: ''تحقیق و تدوین: سمت و رفتار''، علی گڑھ ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۱۰ء۔
۲۱۔ میر حسن: ''تذکرہ شعرائے اُردو''، مرتبہ اکبر حیدری کاشمیری، لکھنؤ، اُردو پبلشر، ۱۹۷۹ء
۲۲۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، دیوانِ ''غزلیات سودا'' مرتبہ، ڈاکٹر نسیم احمد، بنارس، یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۱ء۔
۲۳۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، ''غزلیات سودا'' مرتبہ، ڈاکٹر ہاجرہ، دہلی، اُردو اکادمی، ۱۹۹۲ء۔

مجلّہ:

''معیارِ تحقیق''، شمارہ ۲، ادارہ تحقیقاتِ اردو، پٹنہ، ۱۹۹۱ء۔

پس نوشت:

ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے سوؔدا کے اُردو کلام کے متن کو متعین کرنے کے لیے حسبِ ذیل مخطوطات سے فائدہ اُٹھایا ہے۔

الف:

۱۔ نسخہ جانسن: مخزونہ انڈیا آفیس لائبریری،
۲۔ نسخہ لیڈن: انڈیا آفیس لائبریری
۳۔ نسخۂ آشفتہؔ: برٹش میوزیم
۴۔ نسخۂ ایجرٹن: برٹش میوزیم
۵۔ نسخۂ ارسکن برٹش میوزیم
۶۔ نسخۂ بہادر سنگھ: انڈیا آفیس لائبریری
۷۔ نسخہ نمبر ۵۹: برٹش میوزیم
۸۔ نسخۂ فورٹ ولیم: انڈیا آفیس لائبریری
۹۔ نسخۂ براؤن: انڈیا آفیس لائبریری
۱۰۔ نسخۂ یول، برٹش میوزیم

ب:

اضافی و ضمیمی کلام کے لیے، جس کے بارے میں یقین نہیں ہے کہ سودا ہی کا ہے، حسبِ ذیل مخطوطات سے فائدہ اُٹھایا ہے:

۱۱۔ نسخۂ رضوی: انڈیا آفیس لائبریری
۱۲۔ نسخہ نمبر ۱۵۱: انڈیا آفیس لائبریری
۱۳۔ نسخۂ منسٹر، برٹش میوزیم

۱۴۔ نسخۂ رائٹ، برٹش میوزیم

۱۵۔ نسخہ ایس او اے ایس، اسکول آف اورینٹل اینڈ ایفریکسن اسٹیڈیز

۱۶۔ نسخہ نمبر ۱۵۳، انڈیا آفیس لائبریری

۱۷۔ نسخۂ حیدر آباد، کتب خانہ آصفیہ

۱۸۔ نسخۂ نرائن

۱۹۔ نسخۂ خدا بخش: خدا بخش لائبریری پٹنہ۔

(''کلیاتِ سودا'' جلد اوّل، مرتبہ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۱۲ تا ۱۴)

مدیر